حضرۃ مولانا محمد مدراللہ مدرار نقشبندی مردان

محدّثِ اعظم

وہ اِس دورِ ظلمت میں روشنی کا مینار تھے

حامدًا او مصلیًا۔ دارالعلوم دیوبند علوم دین کی وہ بلند پایہ درس گاہ ہے جس کی مثال ہند و پاکستان کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس جامعۃ العلوم نے ایسے سینکڑوں مایۂ ناز علماء و فضلاء پیدا کئے۔ جو علم و عرفان اور فضل و کمال کے آسمان پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ اور انہوں نے علوم قرآن و حدیث کی روشنی کو چار دانگ عالم میں پھیلایا۔ حضرت العلامہ مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ انہی اکابر اور جلیل القدر علماء دین کی صفِ اوّل میں شامل ہیں۔ آپ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رہ کے علوم نبوت کے صحیح معنوں میں وارث اور امین ہیں۔ اگرچہ آپ تمام مروّجہ علوم و فنون میں بلاشبہ یکتائے زمانہ تھے۔ لیکن فیاضِ ازل کو آپ سے علوم نبوت کے درس و تدریس اور تبلیغ و اشاعت کا کام لینا منظور تھا۔ اس لیے آپ نے حضرت شیخ الاسلام سے صحیح معنوں میں اکتسابِ فیض کیا۔ اور علومِ نبوت میں وہ درجۂ کمال حاصل کیا۔ جو مادرِ علمی دیوبند کے لیے وجۂ افتخار ثابت ہوا۔ اور بالآخر آپ محدّثِ اعظم پاکستان کے عظیم لقب کے مستحق قرار پائے۔ بلاشبہ اس دورِ ظلمت میں آپ روشنی کا ایک مینار تھے جس نے اپنی ضیاء پاشیوں سے ایک دنیا کو منور کیا۔

دارالعلوم حقانیہ کی تاسیس

دیوبند سے فارغ ہونے کے بعد آپ ۱۹۴۷ء میں وطن مالوف صوبہ سرحد میں واپس تشریف لائے، یہ وہ زمانہ تھا کہ صوبہ سرحد میں دینی درسگاہوں کا تقریبًا فقدان ہی تھا۔ آپ چاہتے تھے کہ اکوڑہ خٹک میں دارالعلوم دیوبند کے طرز پر ایک عظیم الشان درس گاہ قائم کی جائے۔ لیکن حالات ناسازگار اور وسائل مفقود تھے۔ بایں ہمہ آپ نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح خدائے قادر و توانا پہ توکل کرتے ہوئے اکوڑہ خٹک میں اپنی قدیمی مسجد میں دارالعلوم حقانیہ قائم کیا۔ اور درس و تدریس کا آغاز کیا۔ اور آپ کی بے لوث جد و جہد اور پُرخلوص مساعی کی بدولت یہ دارالعلوم روز بروز مدارجِ عالیہ سے ہمکنار ہوتا رہا۔ اور بالآخر ممدوح اسے ایک عظیم الشان جامعۃ العلوم کے بامِ بلند پر پہنچانے میں کامیاب ہو گئے۔ یہاں تک کہ دارالعلوم حقانیہ پاکستان کے تمام دینی مدارس میں ایک ممتاز مقام حاصل کرنے لگا۔ اور لوگوں نے اسے دارالعلوم دیوبند ثانی کا خطاب دیا۔

یہ درحقیقت اس عالم بے بدل، محدّثِ اعظم، مردِ خدا اور مردِ فقیر کی کرامت ہے کہ دارالعلوم حقانیہ نہ صرف صوبہ سرحد بلکہ پاکستان کے تمام دینی مدارس کے افق پر آفتابِ درخشاں بن کر چمکتا نظر آ رہا ہے ؎

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی

اور یہ بھی امر واقعہ ہے کہ اس مردِ حق اور ولی کامل کی نظرِ کیمیا اثر نے دارالعلوم حقانیہ کے آبِ کوثر سے خوشحال خان بابا خٹک کے اکوڑہ کو جو کبھی بے آب و گیاہ اور خشک سرزمین تھی۔ سرسبز و شاداب مردم خیز اور بہارستان بلکہ رشکِ بہاراں بنا دیا ہے ؎

تیری نگاہ سے پتھر کے دل پگھل جائیں!
جو آنکھ اٹھائے تو شام و سحر بدل جائیں

فضائل و مناقب

آپ خصائل پسندیدہ اور اخلاق فاضلہ کے حامل تھے۔ اور علمی اور تدریسی مشاغل کے باوجود کثرت سے یادِ خدا میں مشغول رہتے تھے۔ دین اسلام کے خدمت گاروں، مصلحین امت، علمائے ربانی، اربابِ معرفت اور مشائخ طریقت سے قلبی تعلق اور محبت رکھتے تھے۔ اور خود بھی دعوت و ارشاد میں ہمیشہ مصروف رہتے تھے اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو بے شمار نعمتوں سے نوازا تھا۔ وہ مردِ فقیر ہونے کے باوجود سب کچھ رکھتے تھے۔ لیکن انہوں نے کبھی ان نعمتوں کو اپنی عظیم صلاحیتوں اور استعداد کا ثمر نہیں سمجھا بلکہ انہیں ہمیشہ خدا کی داد سمجھتے رہے بمصداق ؎

نیاوردم از خانہ چیزے نخست
تو دادی ہمہ چیز و من چیز تست

میں اپنے گھر سے کوئی چیز نہیں لایا۔ تو نے ہی سب چیزیں عطا فرمائی ہیں اور میں خود بھی تیری چیز ہوں۔

تعلیم و تدریس کی فضیلت

حضرت مولانا عبدالحق قدہ سرہ حضرت مرشد صدیقی رہ کے خلیفۂ اعظم کی حیثیت سے طریقہ نقشبندیہ کے معمولات کے پابند تھے لیکن ان کی طبیعت پر قطب الارشاد حضرت مدنی کے اثرات غالب تھے اس لیے انہوں نے دعوت و ارشاد کے ذریعے اپنے فیض کو عام کیا۔ اور لوگوں کو خوب نفع پہنچایا۔ جس کی کچھ تفصیل آئندہ آ رہی ہے۔ لیکن بایں ہمہ انہوں نے علم حدیث کی تعلیم و تدریس اور تبلیغ کو اپنا مشغلۂ خاص بنایا۔ اور اپنا سارا

وقت اس کے لیے وقف کیا۔ انہوں نے تقریباً نصف صدی تک علم حدیث کی خدمت کی۔ اور محدث اعظم پاکستان کے عظیم لقب کے مستحق ہوگئے

حضور اکرم فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کی خدمت و تبلیغ کرنے والے کے حق میں دعائے خیر و برکت فرمائی ہے اور یہ دعا موصوف کے پیشِ نظر تھی۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظها و وعاها و اداها الخ

اللہ تعالیٰ اس بندے کو تر و تازہ اور سربلند رکھے جس نے میری حدیث سنی پس اس کو یاد کیا اور یاد کرنے کے بعد فراموش نہ کیا۔ اور دوسرے لوگوں کو پہنچایا الخ

اور "دارمی" میں تدریس علم کی فضیلت کے بارے میں مروی ہے کہ

سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن رجلین کانا فی بنی اسرائیل احدهما کان عالماً۔ یصلی المکتوبة ثم یجلس فیعلم الناس الخیر والآخر یصوم النهار و یقوم اللیل ایهما افضل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل هذا العالم الذی یصلی المکتوبة ثم یجلس فیعلم الناس الخیر علی العابد الذی یصوم النهار و یقوم اللیل کفضلی علی ادناکم

حضور نبی علیہ السلام سے بنی اسرائیل کے دو آدمیوں کے بارے میں پوچھا گیا جن میں سے ایک عالم دین تھا جو فرض نماز ادا کرکے بیٹھ جاتا۔ اور لوگوں کو نیکی کی تعلیم دیتا اور دوسرا شخص دن کو روزہ رکھتا اور رات کو نماز میں مشغول ہوجاتا۔ کہ ان دونوں میں سے کون سا افضل ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس عالم کی فضیلت جس کی صفت یہ ہے کہ وہ فرض نماز ادا کرتا ہے پھر بیٹھتا ہے اور لوگوں کو علم اور نیکی تعلیم دیتا ہے۔ اس عابد پر جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو نماز پڑھتا ہے۔ میری فضیلت کی طرح ہے۔ جو تم میں سے ایک ادنیٰ اور کم مرتبہ شخص پر مجھ کو حاصل ہے۔

محدث اعظم پر مذکورہ دونوں حدیثیں پوری منطبق ہیں اور ان کے صحیح مصداق ہیں۔

عبادات و عادات و تقویٰ

آپ کا ہر عمل، ہر فعل ہر بات اور ہر قدم سنت نبویؐ کے مطابق تھا۔ تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ آپ ہمیشہ عزیمت پر کاربند رہتے تھے اور معاصی و مناہی تو درکنار متشبہات کے بھی قریب نہ جاتے تھے۔ تقویٰ کا اصل مفہوم کیا ہے؟ اس کے بارے میں خود حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تقویٰ کس کو کہتے ہیں؟ حضرت ابی بن کعبؓ نے جواب میں کہا "اما سلکت طریقاً ذا شوک" یعنی کیا آپ کو کبھی ایسے راستے پر چلنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ جو خار دار ہو جس پر کانٹے بچھے ہوئے ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ میں ایسے راستوں سے گزرا ہوں۔

حضرت ابی بن کعبؓ نے پھر پوچھا۔ تو ایسے راستے پر آپ نے کیا "شمرت و احتذرت" میں نے اپنے دامن کو سمیٹ لیا اور بڑی احتیاط کے ساتھ وہاں سے گزرا کہ کہیں میرے کپڑے کانٹوں میں نہ الجھ جائیں۔ تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہنے لگے "فذلک التقویٰ" یعنی تقویٰ اسی کیفیت کا نام ہے۔ اس دنیا میں فسق و فجور اور طرح طرح کی برائیوں کے کانٹے بچھے ہوئے ہیں۔ ان برائیوں سے بچ کر نکل جانا ہی تقویٰ ہے۔

محدث اعظم کی ذات گرامی تقویٰ کی اسی کیفیت اور مفہوم کی حامل تھی۔ آپ کی زندگی پارسائی اور پاکیزگی میں گزری تھی۔ اس سلسلے میں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ آپ اپنے شباب اور جوانی کی عمر میں بھی نہایت پاک طینت اور باعفت تھے۔ اور بحمد اللہ طالب علمی کا سارا زمانہ عفت و تقویٰ میں بسر ہوا ہے۔ آپ بہت کم آمیز، کم گو اور ہر وقت اپنے اسباق میں منہمک رہتے تھے۔ احادیث میں اس نوجوان کی توصیف کی گئی ہے جس کی زندگی عبادت اور پارسائی میں بسر ہوئی ہو۔ بحمد اللہ آپ اس قسم کی احادیث مصداق تھے۔

خشیتِ الٰہی کا غلبہ

آپ کا آبائی گھر دارالعلوم حقانیہ قدیم مسجد کے قریب ہے۔ یہ تقریباً ۱۹۴۳ء کا ذکر ہے اس وقت کے ایک ثقہ اور منتہی طالب علم نے مجھ سے بیان کیا کہ آخری رات کو ہم رونے کی آواز سنتے تھے تحقیق پر معلوم ہوا کہ یہ محدث اعظم کی آواز تھی۔ وہ باقاعدگی کے ساتھ نماز تہجد ادا کرتے اور جب تہجد کے بعد خشوع و خضوع کے ساتھ دعا میں مشغول ہوجاتے تو ان پر خشیت الٰہی کی کیفیت طاری ہوجاتی۔ اور خوف الٰہی سے بے اختیار رونے لگتے اور رونے کی آواز بھی بے اختیار بلند ہونے لگتی اس سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہ ان علماء ربانی اور اولیائے کاملین میں سے تھے۔ جن پر خوف خدا کا غلبہ ہوتا ہے قرآن و حدیث کی رو سے خوف خدا علماء ربانی ہی کا حصہ ہے جن پر آتش دوزخ حرام کردی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

"انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰؤا" (فاطر ۲۸)

اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں

یعنی بندوں میں نڈر بھی ہیں اور اللہ سے ڈرنے والے بھی مگر ڈرتے وہی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال، آخرت کے بقا و دوام اور دنیا کی بے ثباتی کو سمجھتے ہیں۔ اور اپنے پروردگار کے احکام و ہدایات کا علم حاصل کرکے مستقبل کی فکر رکھتے ہیں۔ جس میں خوف خدا نہیں۔ وہ فی الحقیقت عالم کہلانے کا مستحق نہیں۔

ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عینان لا تمسهما النار عین بکت من خشیة اللہ و عین باتت

تحرس فی سبیل اللہ۔

دو آنکھیں ایسی ہیں جن کو دوزخ کی آگ نہیں چھو سکتی۔ ایک آنکھ وہ ہے جو خدا کے خوف سے روئے۔ اور ایک آنکھ وہ ہے جو خدا کی راہ میں رات کو بیدار رہ کر مجاہد فوج کی حفاظت کرے۔

اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مامن عبدٍ مؤمنٍ یخرج من عینیہِ دموع وان کان مثل رأس الذباب من خشیۃ اللہ شیئاً من حرّ وجھہ الاحرمہ اللہ علی النار

خدا کا کوئی مومن بندہ ایسا نہیں ہے جس کی آنکھوں سے خوفِ خدا میں آنسو نکلیں۔ اگرچہ وہ آنسو مکھی کے سر کے برابر ہوں۔ پھر وہ آنسو اس کے خوب صورت چہرے پہ پہنچیں۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس پہ دوزخ کی آگ کو حرام کر دیتا ہے

مذکورہ آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں اب یہ فیصلہ بآسانی کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عبدالحق قدس سرہٗ ان نصوص کی بشارتوں کے کہاں تک مستحق ہیں۔

تو خود حدیث متصل بخواں ازیں مجمل

صلوٰۃ تہجد اور فغان نیم شبی

نماز تہجد کی فضیلت واہمیت کے پیش نظر حضرت مرشد صدیق رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ نماز تہجد کی پابندی کے بغیر کوئی سالک ولی نہیں ہو سکتا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نماز نیم شبی کو ایک ایسی سلطنت قرار دیتے تھے جس کے مقابلے میں سلطان سنجر کی ساری بادشاہت کو ایک جو دانے کے عوض خریدنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ اس سلسلے میں ان کی ایک رباعی مشہور ہے جو انہوں نے سلطان سنجر کو لکھ کر بھیجی تھی وہ رباعی یہ ہے۔

؎
چوں چترِ سنجری رخ بختم سیاہ باد
در دل اگر بود ہوس ملکِ سنجرم
زانگہ کہ خبر یافتم از ملک نیم شب
من ملک نیمروز بہ یک جو نمی خرم

اور علامہ اقبالؒ نے فغانِ نیم شبی کے بارے میں فرمایا ؎

تری دنیا جہانِ بے نیازی
میری دنیا فغانِ صبحگاہی

حضرت شیخ الحدیث نماز تہجد تو پابندی کے ساتھ پڑھتے ہی تھے مگر اس کے ساتھ سوز و فغان اور گریہ و بکا میں بھی مصروف رہتے تھے، اور حضرت شاہ بغداد کی طرح اس دولت نیم شبی کو دولتِ سنجر و سکندر سے بہت ارفع سمجھتے تھے۔ کیونکہ اس میں دوست کی قربت و وصلت سے سرفرازی نصیب ہوتی تھی ؎

چیست ازیں خوب تر در ہمہ آفاق کار
دوست رسد نزدِ دوست یار بہ نزدیک یار

محبوبیت کا مقام

سورۂ مریم کی آیت ۹۶ میں ارشاد ربانی ہے۔

"اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَہُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ط

یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کئے تو رحمٰن ان کو محبت عطا فرمائے گا۔

یعنی اللہ تعالیٰ ان کو اپنی محبت دے گا اور ان سے محبت کرے گا۔ یا لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈالے گا۔ احادیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو محبوب رکھتا ہے تو اول جبریل کو آگاہ کرتا ہے۔ کہ میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں۔ تو بھی کر۔ وہ آسمانوں میں اس کا اعلان کرتے ہیں۔ آسمانوں سے اترتی ہوئی اس کی محبت زمین پہ پہنچ جاتی ہے اور زمین والوں میں اس بندہ کو حسن قبول حاصل ہوتا ہے۔ یعنی بے تعلق لوگ جن کا کوئی خاص نفع و ضرر اس کی ذات سے وابستہ نہ ہو۔ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ لیکن اس قسم کے حسن قبول کی ابتدا مؤمنین صالحین اور خدا پرست لوگوں سے ہوتی ہے۔ ان کے قلوب میں اول اس کی محبت ڈالی جاتی ہے۔ اس کے بعد قبولِ عام حاصل ہو جاتا ہے۔

یہ آیت مکی ہے اور مکہ میں جن مسلمانوں سے یہ وعدہ کیا گیا تھا۔ تھوڑے دنوں بعد ایسی طرح پورا ہوا۔ کہ دنیا حیرت زدہ ہو گئی۔ حق تعالیٰ نے ان کی وہ محبت والفت اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کر دی۔ جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

اب اس حقیقت کے پیش نظر مرد حق مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی محبوبیت پہ غور کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عوام و خواص میں محبوبیت کا کتنا بلند اور قابلِ رشک مقام عطا فرمایا تھا۔ وہ معاشرے کے ہر طبقے میں یکساں مقبول تھے۔ یہ نہیں کہ خواص ان کے والہ و فریفتہ تھے: اور عوام ان کے ناقدر شناس تھے۔ علمائے دین میں تو ان کی مقبولیت کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وہ بمصداق للاکثر حکم الکل استاذ العلماء تھے یہ ان کی مردم ساز شخصیت تھی کہ انہوں نے ہر شعبۂ زندگی میں اہل کمال پیدا کئے۔ یہ صفت تو ان کی بہت ہی نمایاں ہے کہ جہاں ان کے ارشد تلامذہ میں مدرس مفتی، پروفیسر مقرر، مصنف اور صحافی موجود ہیں اور سیاسی رہنمائی کی بھی اہلیت رکھتے ہیں۔ وہاں انہوں نے ایسے مجاہدین صف شکن پیدا کئے جو افغانستان کے جہاد میں پوری پامردی۔ سرفروشی اور جانثاری کے ساتھ دادِ شجاعت دے رہے ہیں۔

اور سنئے عوام میں تو ان کی محبوبیت اور مقبولیت کا یہ عالم تھا۔ کہ صدر ایوب کے بعد دو دفعہ قومی اسمبلی کے انتخابات ہوئے اور ہر انتخاب میں وہ عوام کے ووٹوں کی بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے۔ دراں حالیکہ انہوں نے نہ خود الیکشن لڑنے کی خواہش ظاہر کی نہ

انتخابی دورے کیے۔ اور نہ اپنے حق میں کسی قسم کی کنویسنگ کی۔ رحمان بابا کے شعر کے مطابق ان کی حالت یہ تھی۔ ؎

نکہ ونہ مستقیم پہ خپل مقام ئم
کہ خزان رابانذی راشی کہ بہار

میں درخت کی طرح اپنی جگہ پر مستقیم ہوں۔ خواہ مجھ پر خزاں آئے یا بہار۔

حضرت شیخ الحدیث کے مقابلے میں دونوں دفعہ علاقہ کے مشہور سرمایہ دار کھڑے ہوئے تھے جن کو مال و دولت اور ذاتی اثر و رسوخ کے علاوہ سیاسی پارٹیوں کی حمایت بھی حاصل تھی الیکشن ہارنے کے بعد دونوں میں سے ایک امیدوار سے اس کی شکست کی وجہ دریافت کی گئی۔ تو اس نے کہا کہ لوگوں نے میرے مقابلے میں ایک پیغمبر (نقل کفر کفر نباشد) کو کھڑا کیا تھا۔ اس لیے میری شکست پر تعجب نہیں کرنا چاہیئے

شان استغناء

ان کی طبیعت میں حد درجہ تواضع اور انکساری تھی۔ لیکن بایں ہمہ وہ باب امراء پر جانے سے ہمیشہ احتراز کرتے رہے قومی اسمبلی کے اجلاس کے دوران بھی وہ ایوانِ صدر اور ایوانِ وزیراعظم میں نہیں گئے۔ بلکہ صدر جنرل ضیاء الحق مرحوم حضرت شیخ الحدیث کی ملاقات اور مزاج پرسی کے لیے کمرے میں تشریف لے گئے۔ اور دیر تک ان سے بڑے خلوص اور محبت کے ساتھ باتیں کرتے رہے۔ اسی طرح ملک و ملت کے دوسرے اکابر بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ اور ضروری امور پر ان سے تبادلۂ خیالات کرتے رہے۔

حضرت شیخ الحدیث اصطلاحِ طریقت میں مرد درویش تھے لیکن وہ درویش جس نے دنیا کی عظمتوں اور شان و شکوہ کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا تھا اور اہل دنیا ان کی عظمتوں کو سلام کرتے تھے۔ کسی شاعر نے شاید ممدوح کے بارے میں یہ شعر کہا تھا ؎

ہوتا ہے کوہ و دشت میں پیدا کبھی کبھی
وہ مرد جس کا فقر خزف کو کرے نگیں

قومی اسمبلی میں دینی اور قومی خدمات

حضرت شیخ الحدیث نے قومی اسمبلی میں ہر موقع پر دین حق کی حمایت اور قومی مفادات و ضروریات کے لیے اپنی آواز بلند کی اور اپنی عالمانہ اور فاضلانہ تقریروں سے باطل کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر دیں۔ اور اپنے حلقے اور دین و ملت کی نمائندگی کا حق باحسن وجہ ادا کر دیا۔ اس موقع پر ہم حضرت مولانا کی تقریروں کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ان کی حق گوئی کا اندازہ ہو سکے۔ اور یہ معلوم ہو سکے کہ وہ کلمۂ حق بلند کرنے میں کتنے نڈر۔ بے باک اور ہر قسم کی مفادات پرستی سے بالاتر تھے۔

قومی اسمبلی کے اجلاس منعقدہ ۲۴ ستمبر ۱۹۸۲ء میں موجودہ عائلی قوانین منسوخ کرانے کی مخالفت میں ایک مدلل تقریر فرمائی جس میں انہوں نے فرمایا۔

۱۔ جناب سپیکر صاحب! عائلی قوانین جو اسی ملک میں رائج کئے گئے ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ خواتین پر جو مظالم ہو رہے ہیں ان کا یہ مداوا ہیں سب سے پہلے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ خواتین ہماری مائیں بہنیں اور بیٹیاں ہیں اور کوئی شخص اپنی بیٹی، ماں اور بہن کے اوپر مظالم کو برداشت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اسلام نے ماں کو جو درجہ دیا ہے اس کے سلسلے میں یہ فرمایا گیا

"الجنۃ تحت اقدام الامھات" جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ خواتین کا احترام اور ان کے حقوق کی حفاظت کا سب سے پہلے اسلام ہی نے حکم دیا ہے۔ اسلام نے ہی عورتوں کو وارث بنایا۔ آپ کو معلوم ہے کہ علماء کی کوششوں سے صوبہ سرحد میں انگریزوں کے دور میں ۱۹۳۵ء میں (شریعت ایکٹ منظور ہوا) اور عورتوں کو شریعت کے مطابق میراث میں حصہ ملتا ہے۔ ہماری بہنیں یہ نہ سمجھیں کہ خدانخواستہ ہم عائلی قوانین کی اس لئے مخالفت کرتے ہیں۔ کہ ہمارے دلوں میں۔ صنف نازک کے لئے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ دوسری چیز میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ پاکستان اسلامی نظریہ کی بناء پر قائم ہوا ہے۔ اور اسلامی نظریہ وہی ہے جو قرآن اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اللہ و رسول نے عائلی قوانین کے متعلق جو احکامات بیان فرما دیئے ہیں۔ تو ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس نظریہ کی بناء پر اس کی مخالفت نہیں کر سکتے۔ اس وقت عورت کو وہ مقام حاصل نہیں ہے جس کا حکم اسلام دیتا ہے۔ چنانچہ اس معاشرے کی اسلام نے اصلاح کی اور معاشرے کی وجہ سے قوانین الٰہیہ کو خدا کے احکامات کو بدلا نہیں جا سکتا۔

۲۔ تو عرض یہ کر رہا تھا کہ قرآن مجید کی آیت ہے فانکحوا ما طاب لکم من النسآء مثنیٰ وثلاث وربٰع "اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اجازت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دو، دو، تین تین چار چار بیویوں کی اجازت ہے۔ میں نے عرض کیا کہ دوسری بیوی شوہر کے نکاح میں اپنی مرضی سے آنا چاہتی ہے۔ مگر عائلی قوانین نے اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچا دی۔ اور اس کو روک دیا۔ آپ یہ سنیں گے کہ پہلی بیوی پر تعدی ہو گی میں نے عرض کیا کہ شریعت کی رو سے تمام حقوق، بیویوں کا کھانا۔ کپڑا سب کچھ شوہر کی ذمہ داری ہو گی۔ اسلام شوہر کو پابند بناتا ہے کہ دوسری بیوی کے آنے کے بعد جس نظر سے دوسری بیوی کو دیکھے گا۔ اسی کے مطابق وہ پہلی کو بھی دیکھے گا۔ ہمارے پاس شرعی قوانین اور تعزیرات ہیں۔ ہم عدالتی کاروائی میں اس شوہر کو قید کر سکتے ہیں۔ اس کو سزا دے سکتے ہیں اور جبراً پہلی بیوی کا حق اسے شوہر سے دلا سکتے ہیں۔

۳۔ شریعت کہتی ہے کہ جس شخص کا باپ مر جائے اور دادا زندہ ہو تو اس یتیم لڑکے کا نان و نفقہ، کپڑا اور تعلیم وغیرہ کا انتظام دادا کریگا اگر دادا نہ ہو تو چچا تایا کریگا اگر چچا تایا نہ ہو۔ تو چچے کے لڑکے کریں گے جب

تک برسر روزگار نہ ہو۔ اگر وہ نہ کریں تو یتیم کے حق کی ادائیگی بیت المال سے ہوگی۔ حکومت کرے گی۔ یہ چیز شریعت نے ان کو دی اس بنا پر عرض کرتا ہوں کہ۔

"عائلی قوانین کی جو دفعات شریعت اور اسلام کے خلاف ہیں انہیں منسوخ کر دیا جائے۔"

اسمبلی میں سوالات

حضرت شیخ الحدیث نے قومی اسمبلی کے اجلاس منعقدہ ۳۰ راگست ۱۹۷۲ء میں حکومت سے بعض اہم سوالات پوچھے تھے اور وفاقی وزراء نے ان کے جوابات دیئے۔ ان میں سے بعض درج ذیل کئے جاتے ہیں

(۱) قادیانیت۔ ربوہ:۔ کیا وزیر تعلیم بیان فرمائیں گے کہ عوام میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ نئی تعلیمی پالیسی کے باوجود ربوہ میں سکول اور کالج کو حکومت اپنی تحویل میں نہیں لے رہی ہے اور انہیں اس سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔

جواب:۔ عبدالحفیظ پیرزادہ۔ جی نہیں۔

(۲) ٹی وی:۔ کیا وزیر اطلاعات ونشریات یہ ارشاد فرمائیں گے کہ آیا یہ حقیقت ہے کہ غیر ملکی عریاں تصویریں ٹیلی ویژن پر پیش کی جاتی ہیں؟

جواب:۔ کوثر نیازی:۔ جی نہیں۔

(۳) سود۔ آیا حکومت کے پاس ملک کو سودی معاشرہ سے نجات دلانے کا کوئی منصوبہ ہے؟

جواب:۔ ڈاکٹر مبشر حسن۔ جی نہیں۔

(۴) اساتذہ کے مسائل:۔ اسمبلی کا اجلاس منعقدہ ۷ ستمبر ۷۲ء

کیا وزیر تعلیم وصوبائی رابطہ ارشاد فرمائیں گے کہ:۔

(الف) آیا وہ اس بات سے باخبر ہیں کہ ملک بھر کے اساتذہ اپنے حقوق کے لیے جد وجہد کر رہے ہیں؟

(ب) آیا حکومت اسکول اور کالج کے اساتذہ کو تنخواہوں کے لیے اسکیل دینے کا ارادہ رکھتی ہے نیز

(ج) ان مراعات کی تفصیل بیان کی جائے جو تعلیمی اصلاحات کی رو سے اساتذہ کو دی جائیں گی اور جو حکومت کے زیر غور ہیں۔

جواب:۔ عبدالحفیظ پیرزادہ۔ جی ہاں، حکومت کو اساتذہ کے مسائل کا علم ہے۔

(کچھ تفصیل بھی دی گئی)

(۵) خاندانی منصوبہ بندی:۔ قدرت نے مشرقی پاکستان کی شکل میں ساڑھے سات کروڑ افراد ہم سے جدا کر دیئے۔ کیا سات کروڑ افراد کم ہونے کے بعد اب کروڑوں روپے خرچ کرکے مزید آبادی کم کرنا چاہتے ہیں۔ جبکہ لاکھ روپے لگا کر بھی دو چار بچے ہی کم کئے جاسکیں گے۔ کیا خدا ہمیں عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا جبکہ اس کا ارشاد ہے۔

"لئن کفرتم ان عذابی لشدید"

کیا خدا ہمیں اور کم نہیں کرے گا۔

کیا اس مقصد پر ۷۵ ۲ لاکھ روپے رقم خرچ کرنا اسلامی نقطۂ نظر سے جائز ہے۔ حضورؐ کا ارشاد تو یہ ہے کہ "تزوجوا الودود الولود فانی مباہی بکم الامم"

سپیکر:۔ اس کی اجازت نہیں:۔

(۶) علاقائی مسائل:۔ اجلاس منعقدہ ۸ ستمبر ۷۲ء

کیا وزیر مواصلات ارشاد فرمائیں گے کہ سال رواں کے دوران تحصیل نوشہرہ میں کتنے ٹیلیفونی سلسلے اور ٹیلیفون ایکسچینج لگائے جائیں گے؟

جواب:۔ غلام مصطفیٰ جتوئی:۔ اس وقت نوشہرہ تحصیل میں دو ٹیلیفون ایکسچینج کے کھولے جانے کی کوئی تجویز نہیں ہے۔

(۷) ثقافتی طائفے:۔ یحییٰ خان کے دور حکومت کے آخری ایام میں ایک گلوکارہ کو ٹوکیو بھیجنے میں کتنی رقم صرف ہوئی۔ ان طائفوں سے ملک کو کیا فائدہ پہنچا ہے؟

جواب:۔ عبدالحفیظ پیرزادہ:۔ ۹۲۷۵۶ روپے خرچ ہوئے۔

(۸) اسلامی تبلیغ:۔ کیا ملک وبیرون ملک اسلام کی تبلیغ وترویج کے لیے کچھ کیا گیا ہے اگر کیا گیا ہے تو اس تفصیل:۔

اس کے جواب میں کچھ تفصیل بتائی گئی لیکن بہرحال تبلیغی مد پر خرچ کی رقم اس رقم سے بہت کم تھی۔ جو ایک گلوکارہ کو بیرون ملک بھیجنے پر خرچ ہوئی۔

تبلیغی جماعت کے کام کی اہمیت

تبلیغی جماعت دین اسلام کی جو تبلیغی خدمات انجام دے رہی ہے حضرت شیخ الحدیث کی نظر میں ان کی بے حد اہمیت تھی۔ حضرت موصوف تبلیغی جماعت کے اکابر کی خواہش پر مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۷۲ء کو مشہور تبلیغی مرکز رائے ونڈ تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے اپنے رفقاء کے ساتھ تبلیغی جماعتوں اور وہاں کے نظم ونسق کو دیکھا اور بعد میں رائے ونڈ کے مدرسہ عربیہ کے ہونہار اور صالح طلباء، نمونہ سلف اساتذہ اور موجود افراد سے ایک مؤثر خطاب فرمایا۔ جس کے کچھ حصے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) آج کا دن میرے اور میرے رفقاء کے لیے سعادت کا دن ہے کہ آج کے دن ہمیں ایک ایسے مرکز ایک ایسے منبع میں آنا نصیب ہوا ہے جس منبع اور مرکز سے اسلام کی شعاعیں نہ صرف ملک بلکہ افریقہ اور یورپ میں پھیل رہی ہیں۔ خداوند کریم اس تبلیغی مرکز جو حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد الیاسؒ اور ان کے بعد ان کے جانشین حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا صدقہ ہے۔ حق تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور خداوند تعالیٰ وہ موقع جلد لے آئے جس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت سنائی کہ کوئی صحرا، کوئی پہاڑ، کوئی بالوں اور اون کے خیموں کا گھر اور مٹی اور گارے کا ایسا گھر باقی نہ رہے گا جس میں لا الہ الا اللہ کا نعرہ بلند نہ ہو۔ خداوند کریم ان تبلیغی مساعی کو ایسی قبولیت دے کہ کوئی

گھر لا الہ الا اللہ کے نعرے سے محروم نہ رہے۔

(۲) ایک طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں القاء فرمایا کہ دین کی بقا و اشاعت کے لیے کمربستہ ہوئے نہ صرف مناظروں کا جواب دیا بلکہ ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ دیوبند کی مسجد چھتہ میں ایک استاذ جس کا نام محمود تھا اور ایک شاگرد جس کا نام بھی محمود تھا۔ جو آگے چل کر شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ بنا۔ یہ مدرسہ کی ابتدا تھی۔ مگر اس کی شاخیں سارے عالم میں پھیل گئیں۔

دوسری طرف جب یہاں الحاد کی لہریں دوڑنے لگیں۔ عیسائی لگ گئے کہ یہاں کے باشندے صرف نام کے مسلمان رہ جائیں۔ لیکن دل و دماغ عیسائی ہو۔ تو طوفان کا مقابلہ مشکل تھا۔ مگر اللہ نے دین کی حفاظت کے وعدہ "إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ" ط کے مطابق حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے دل میں القاء کیا کہ اسلام کی اشاعت اور دین کی حفاظت کے لیے تبلیغ کا یہ کام خاص طریقے سے شروع کریں۔ تبلیغ اس قدر اہم چیز ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر خطبہ دیا اور امت سے بار بار اپنی تبلیغ پر شہادت دلوائی اور امت کو مخاطب کرکے فرمایا۔

"الا فليبلغ الشاهد الغائب"

سننے والے موجود اور حاضر لوگ غائبین تک دین کو پہنچا دیں۔

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد امت کا فریضہ ہو جاتا ہے کہ قیامت تک دین کی اشاعت میں لگی رہے۔ تو صحابہؓ بھی عراق شام، فارس۔ روم کی طرف تشریف لے گئے جیسے یہاں سے جماعتیں نکلتی ہیں۔ جنگلوں میں، صحراؤں دریاؤں میں جاتی ہیں تاکہ لوگوں کو کلمہ لا الہ الا اللہ پہنچائیں تو صحابہؓ نے حرم شریف کے اجر و ثواب اور مدینہ طیبہ میں حضورؐ کے جوار کو چھوڑا۔ اس کام کی خاطر نکلے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ ان کو خدا نے اجر بھی وہاں کی نمازوں سے زیادہ دیا۔ اس لیے کہ صحابہؓ کی برکت سے اسلام پھیلا۔ تیرہ سو برس گزر گئے۔ ہمارا آباؤ اجداد کو جنہوں نے کلمہ سکھلایا۔ تو ان صحابہؓ کے بعد اب تک جس نے نماز روزہ رکھا۔ حج کیا۔ زکوٰۃ دی۔ جس نے بھی کلمہ طیبہ پڑھا۔ جس نے نوافل پڑھے جس نے بھی دین کے لیے جہاد کیا جو لوگ بھی دین کی خدمت کرتے لگے۔ تو کیا ان تمام حسنات کا اجر ان صحابہؓ کے اعمال نامہ میں درج ہو گا یا نہیں؟ نسلاً بعد نسلاً مرد عورتوں نے کتنی عبادت کی ہو گی ایک صدی، ایک قرن اور ایک کڑی ایک سلسلہ میں کتنے کتنے نماز، روزے کتنے حج ہوں گے، کروڑوں اربوں سے بھی زیادہ۔ یہ ان اسلام کے پہنچانے والے حضرات کے اعمال ناموں میں بھی شامل ہوں گے۔

حدیث میں آتا ہے "مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا" وہاں (بیت اللہ شریف) رہتے تو ایک نماز کا اجر ایک لاکھ ملتا۔ بظاہر اس سے محروم ہو گئے۔ مگر اب قیامت تک عبادات کا جو سلسلہ ہے۔ اس کا ثواب ہمارے اس استاذ اس مبلغ صحابی ہی کو ملے گا جس کی برکت سے ہمارے اسلاف مسلمان ہوئے۔ اربوں، کھربوں تک تعداد پہنچے گی۔

حضرت کے صدقات جاریہ

مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاثة صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يدعو له"

جب آدمی مرجاتا ہے تو اس سے اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔ مگر تین اعمال منقطع نہیں ہوتے ایک صدقہ جاریہ دوسرا وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اور تیسرا ایک کردار فرزند جو اس کے لیے دعا کرتا ہے۔

اس حدیث میں جو تین اعمال ذکر کئے گئے ہیں جن کا نفع اور ثواب انسان کو مرنے کے بعد بھی پہنچتا ہے۔ بحمد للہ یہ تینوں خصوصیات حضرت شیخ الحدیث کو حاصل ہیں۔ دارالعلوم حقانیہ ان کا ایک ایسا صدقہ جاریہ ہے جس سے مخلوق خدا کو برابر فیض پہنچتا ہے۔ اور اس کا ثواب حضرت کی روح کو باقاعدہ پہنچ رہا ہے انہوں نے ساری عمر لوگوں کو علم حدیث پڑھایا۔ اور علوم دین سے بہرہ ور کیا۔ اور ان کے تلامذہ ان کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ برابر جاری رکھے ہوئے ہیں تو ترویج علم بھی ایک ایسا عمل ہے جس کا ثواب جاری اور غیر منقطع ہے اور بحمد للہ ممدوح اولاد صالح کی دولت سے بھی مالا مال ہیں جن کی دعاؤں کا ثواب ان کی روح کو برابر پہنچ رہا ہے۔

معتزلہ کا مسلک اور اس کا جواب

لیکن معتزلہ کا مسلک اہل سنت و الجماعت کے خلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ زندوں کی طرف سے مردوں کو ثواب نہیں پہنچ سکتا وہ اپنے مسلک کی تائید میں قرآن حکیم کی یہ آیت پیش کرتے ہیں۔

لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ط (سورہ النجم ع ۲)

آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا۔

یہ تو ہم بھی مانتے ہیں کہ ہر شخص کو اپنے عمل کا صلہ ملتا ہے اور ملنا چاہیئے۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنے عمل کا فائدہ دوسرے کو پہنچانا چاہے تو یہ آیت مذکورہ کے خلاف نہیں ہے بلکہ قرآن کی دوسری آیات سے ایصال ثواب صراحتاً ثابت ہے۔ اور اسی طرح احادیث صحیحہ سے بھی اختصار کی خاطر صرف ایک آیت اور ایک حدیث پیش کی جاتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ ط

(سورہ طور ع ۲)

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی ذریت نے ان کا اتباع کیا۔

ایمان میں ، تو ان کی ذریت کو ہم ان کے ساتھ ملا دیں گے ، اور ان کے عمل میں ہم کوئی کمی نہیں کریں گے۔"

یہ آیت اس امر میں قطعی الدلالت ہے ، کہ غیر کے عمل کا دوسرے کو فائدہ پہنچ سکتا ہے اور دعا کے ذریعے بھی دوسروں کو نفع پہنچایا جا سکتا ہے مثلاً فرمایا گیا۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ؕ

اے ہمارے رب ! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مومنوں کو اس دن جب حساب قائم ہو۔

در صالحین میں مروی ہے کہ

" اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضحیٰ بکبشین املحین احدھما عن نفسہ والآخر عن امتہ "

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھوں کی قربانی کی جو اکثر سفید اور کچھ سیاہ بالوں والے تھے ان میں سے ایک اپنی طرف سے اور دوسرا اپنی امت کی طرف سے۔

اور فقہ کی مشہور کتاب "البحر الرائق" میں ہے

"من صام او صلی او تصدق وجعل ثوابہ لغیرہ من الاموات والاحیاء جاز ویصل ثوابھا الیھم عند اھل السنۃ والجماعۃ"

جس نے روزہ رکھا یا نماز پڑھی یا صدقہ دیا اور اس کا ثواب دوسرے لوگوں کو خواہ مردہ ہوں یا زندہ ۔ بخش دیا تو جائز ہے اور اہل سنت و جماعت کے نزدیک ان کو ان اعمال کا ثواب پہنچے گا۔

مجالس علم وعرفان ۔ ارشادات قدسیہ

حضرت شیخ الحدیث عموماً عصر کے بعد دار العلوم حقانیہ میں مجلس علم و عرفان اور دعوت و ارشاد منعقد کرتے اور اپنے وعظ و نصیحت اور ارشادات قدسیہ سے حاضرین کو متمتع فرماتے ۔ ان ارشادات قدسیہ اور ملفوظات عالیہ کو فاضل گرامی حضرت مولانا عبد القیوم حقانی قلم بند کرتے اور پھر موقر ماہنامہ "الحق" میں قارئین کے افادے کے لیے شائع فرما دیتے جسے موصوف اب "صحبتے با اہل حق" کے نام سے ۶۰۷ صفحات میں کتابی صورت دے کر شائع کرنے کی سعادت بھی حاصل کر چکے ہیں ۔ ذیل میں چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

(۱) حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا۔

غرور و تکبر کا انجام ذلت و رسوائی ہے اور عجز و انکساری اور تواضع و خاکساری سے رفعت و عزت حاصل ہوتی ہے۔

" من قال انا وقع فی العنا "

جس نے کہا میں ہوں تو وہ مصیبت میں مبتلا ہوا۔ ہندوستانی لوگ "من قال انا وقع فی العنا" کی بڑی اچھی تعبیر کرتے ہیں جب کوئی کسی کے دروازے پر آ جاتا ہے ۔ اور دروازہ کھٹکھٹاتا ہے ، تو گھر والا اندر سے پوچھے کون ہو؟ اور جواب میں وہ کہے کہ "میں" تو ہندوستانی کہتے ہیں ۔ "میں کے گلے چھری" وہ میں سے مراد بکری لیتے ہیں کیونکہ بکری جب آواز نکالتی ہے تو "میں میں" کرتی ہے ۔ غرض یہ کہ جس نے بھی دنیا میں رہ کر "میں میں" کرنا شروع کر دیا وہ عنا اور مصیبت میں پڑے گا۔

(۲) فرمایا ۔ کہ ہر کام میں صبر و استقلال اور استقامت سے کام لینا چاہیے ۔ کسی نیک کام میں مخالف لوگوں کی مخالفتوں اور پروپیگنڈوں کی پرواہ کئے بغیر اپنے کام کو آگے بڑھانا چاہیے ۔ ہمارے دار العلوم کی تو ہمیشہ یہ پالیسی رہی ہے ، کہ مخالف کو نہ چھیڑا جائے اور نہ اس کے ساتھ جوابی معاملہ کیا جائے ۔ ہم پر مخالفتوں کے طوفان آئے ہیں لیکن ہم نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی ۔ اور برابر اپنے کام میں لگے رہے ۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دار العلوم دن دوگنی اور رات چگنی ترقی کی راہ پہ گامزن ہے بحمد للہ آج دار العلوم دنیا میں ایک عظیم اسلامی مرکز سمجھا جاتا ہے ۔ اور چار دانگ عالم میں اس کا چرچا ہے ۔ خدا نظر بد سے بچائے ۔

(۳) فرمایا ۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی جو ہوئی تھی ۔ جس کو جنگ غدر کے نام سے مشہور کیا گیا ۔ جس میں ظاہری فتح اللہ تعالیٰ نے کفار کو دی تھی ۔ اللہ تعالیٰ کو کچھ ایسا ہی منظور ہوا کہ اہل حق و اہل دین علماء کثیر تعداد میں شہید ہوئے ۔ قتل کئے گئے ۔ قید ہوئے اور معدودے چند علماء جو باقی تھے وہ جمع ہوئے اور یہ خیال کیا گیا کہ اب اسلام کی خدمت کس طریقہ پر کرنی چاہیئے تو ان بزرگوں نے یہ رائے پیش کی ۔ کہ ہم کو اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل کر دین اسلام کی خدمت کرنا ہو گی ۔

تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اب ان لاکھوں کی فوج کے ساتھ مقابلہ مشکل ہے ۔ لیکن اب اس کا مقابلہ دوسرے طریقہ پر کرنا چاہیئے ۔ وہ یہ کہ ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جائے جس میں مجاہدین اسلام تیار کئے جائیں ۔ فکری اور نظریاتی اساسات کا تحفظ کیا جائے ۔

تو یہ مدرسہ انہوں نے دار العلوم دیوبند کی شکل میں تجویز کیا ۔

(۴) فرمایا ۔ پاکستان کے ایک صدر جس کا نام مرزا سکندر تھا ۔ چارسدہ کے ایک قصبہ المازئی آئے تھے تو حاجی محمد امین صاحب سمیت چند علماء اس کے پاس آئے اور کہا کہ دین اور اسلام نافذ کریں ۔ اللہ نے آپ کو قوت اور حکمرانی عطا کی ہے ۔ تو وہ بہت غصہ ہوا اور اپنی انتظامیہ کو سخت ڈانٹا ۔ کہ آپ نے ان علماء کو کیوں میرے پاس آنے کے لیے چھوڑا ہے اور ان طلباء کو کیوں چھوڑا ہے ۔

(لیکن دنیا نے دیکھا کہ اس متکبر کا انجام بدنامی اور رسوائی کے سوا کچھ نہ تھا)

(۵) فرمایا ۔ استاذ پھر خاص طور سے تفاسیر و احادیث کا استاذ ، فقہ اور اصول فقہ کا معلم تو روحانی والد ہوتا ہے ۔ روح کی تربیت روح کا تزکیہ تو علم دین ہی سے ہوتا ہے ۔ اور علم دین ہمیں اساتذہ اور علماء بتاتے ہیں ۔ جسمانی اور نسبی والد تو ہم سب کا ہوتا ہے ۔ اس نے ہماری

نشو ونما کی ہے۔ تربیت کی ہے مگر جسم کی ہڈی اور گوشت کی نشو ونما کی ہے۔ روٹی کا فکر کیا ہے کپڑے کا فکر کیا ہے۔ مگر عالم اور استاذ ہمیں کفر سے ایمان کی طرف لایا۔ اس نے ہمیں توحید سکھائی۔ اس نے ہمیں رسالت کا مقام سکھایا۔ اس نے ہمارا عقیدہ درست کیا۔ اس کی وجہ سے ہم اخلاق فاضلہ عقائد صحیحہ کا مجموعہ بنے تو یہ برکت اس استاذ اور عالم کی ہے کہ اس نے یہ تربیت دی۔ تو وہ روحانی مربی ہے۔ اور باپ جسمانی مربی۔ والد کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے

( ) فرمایا "اَنِ اشکر لی ولوالدیک" میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا شکر ادا کر تو جو روحانی تربیت کرتا ہے اس کا کتنا بڑا حق ہوگا۔

حقائق السنن افادات ترمذی

محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ کی تصانیف میں حقائق السنن کو علمی دنیا میں ایک عظیم ترین شاہکار کی حیثیت حاصل ہے۔ اس میں محدثانہ مباحث۔ حدیثی نکات۔ علوم و معارف۔ اسرار و حکم، رموزِ معرفت۔ لغات کی عمدہ تحقیق۔ قدیم و جدید فلسفہ اور موجودہ سائنسی مسائل پر عالمانہ اور فاضلانہ بحث۔ احادیث اور اجتہادی مسائل کی تطبیق پر مجتہدانہ اظہار خیال غرض یہ کہ محدث اعظم کی یہ کتاب مجمع العلوم اور گنجینۂ معارف ہے۔ اور اس کی ہر بحث نکتہ آفریں، فکر انگیز اور دلآویز ہے۔ جس سے دینی مدارس کے اساتذہ کرام اور طلباء کے علاوہ جدید تعلیم یافتہ حضرات بھی بیش بہا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

صحاح ستہ میں ترمذی شریف کو ایک خاص مقام حاصل ہے مفتی شیخ الحدیث نے فرمایا ہے کہ اس میں چودہ، پندرہ علوم ہیں حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے مقدمۂ مشکوٰۃ میں ترمذی شریف کی بڑی تعریف کی ہے۔ اور کہا ہے۔

"ھُوَ کافٍ للمجتہد ومُغنٍ للمقلد"

یعنی ترمذی مجتہد کے لیے کافی اور مقلد کو مستغنی کرنے والی ہے

اور یہ بھی فرمایا ہے کہ بعض خصوصیات کے لحاظ سے یہ کتاب بے مثل ہے۔ شیخ عبدالحق مزید لکھتے ہیں کہ ترمذی کی شمائل النبی ان کی بہترین کتابوں میں سے ہے اور اس کے فیوض و برکات بے شمار ہیں۔

اور صاحب مشکوٰۃ کی اسماء فی اسماء الرجال میں لکھا ہے کہ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذ کے رہنے والے ہیں ایک شہرت یافتہ حافظ حدیث عالم ہیں۔ ان کی فقہ میں بڑی دسترس ہے۔ علم حدیث میں ان کی بہت سی تصنیفات ہیں۔ لیکن ان میں صحیح ترمذی سب کتابوں سے اچھی ہے ان کی کتابوں میں اس کی ترتیب سب سے بہتر ہے۔ اور فوائد سب سے زیادہ اور تکرار سب کتابوں سے کم ہے۔ اس کتاب میں وہ چیزیں ہیں جو دوسری کتابوں میں نہیں۔ مثلاً ذکر مذاہب۔ استدلال کے طرق انواع حدیث یعنی حسن و صحیح و غریب کا بیان۔ اس میں جرح و تعدیل بھی ہے۔ ان کا مرتبہ اس شخص پر مخفی نہیں جو ان سے واقف ہو۔ انہوں نے اس کتاب کو مرتب کرنے کے بعد علمائے حجاز، علمائے خراسان اور علمائے عراق کے سامنے پیش کیا۔ سب نے اس کو پسند کیا۔ جس شخص کے مکان میں یہ کتاب موجود ہو پس یہ سمجھنا چاہیئے کہ اس کے یہاں "نبی" موجود ہیں جو گفتگو فرما رہے ہوں

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کو تمام کتب صحاح ستہ میں بے مثل مہارت حاصل تھی۔ لیکن انہوں نے اپنی وسعتِ علم اور کثرتِ اطلاع کے اظہار کے لیے ترمذی شریف کو منتخب کیا اور اس کی شرح میں اپنی مہارتِ فن کا بے مثل مظاہرہ کیا۔ اور اپنے علمی جواہر پاروں سے امتِ مسلمہ کے

(۱) امام ترمذیؒ اپنی جامع کے پہلے تین ابواب کو طبعی اور فطری ترتیب کے مطابق لائے ہیں۔ یعنی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ارتقاء ہے۔ پہلے باب میں قبولیت صلوٰۃ کا طہارت کی فضیلت کا بیان ہے اور تیسرے باب میں وضو کو مفتاح صلوٰۃ قرار دے کر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وضو اس قدر اہم اور ضروری ہے کہ اس کے بغیر انسان نماز میں داخل ہی نہیں ہو سکتا۔

الطہور جمہور علماء اس سے مراد ہر وہ چیز لیتے ہیں جس سے طہارت حاصل کی جا سکے چاہے پانی ہو یا مٹی طہور بالضم کا مدلول معنئ مصدری۔ تطہیر و طہارت ہے اور طہور بالفتح سے مراد "ما یتطہر بہ الانسان" ہے۔ یہاں دونوں معانی مراد ہو سکتے ہیں پہلے معنی (طہور بالضم) کی صورت میں مراد یہ ہوگی کہ "ما جاء فی فضل التطہیر" اور الطہور بالفتح لیں۔ تو معنی یہ ہوگا کہ "باب ما جاء فی فضل الطہور سواءً کان ماءً او صعیداً"، پھر طہور بمعنی طہارت عام ہے جو ثیاب، مکان، بدن وغیرہ سب کو شامل ہے۔ صرف سیبویہ (امام نحو) الطہور بالفتح اور بالضم میں فرق نہیں کرتے۔ اسی طرح لفظ وضو بالفتح و بالضم سیبویہ کے نزدیک ایک ہی چیز ہے جبکہ عام علماء ہر دو میں فرق کرتے ہیں الطہور بالفتح پانی اور مٹی دونوں سے ہوتا ہے۔ جبکہ وضو بالفتح صرف پانی سے ہوتا ہے۔ اسی طرح طہور بالضم عام ہے وضو بالضم سے۔ کیونکہ طہور بالضم طہور ثیاب و مکان و جسم سب کو عام ہے جب کہ وضو بالضم صرف اعضاء اربعہ کے ساتھ مخصوص ہے۔"

(۲) اذا توضأ العبد المسلم او المؤمن متن حدیث میں توضأ آیا ہے۔ تطہر نہیں فرمایا گیا۔ کیونکہ دونوں کے مفہوم میں فرق ہے۔ تطہر کا معنی صرف نجاست کا ازالہ ہے جب کہ توضأ کے مفہوم میں ازالۂ نجاست کے ساتھ ساتھ ایک نور اور روشنی بھی ملحوظ ہے جیسا کہ احادیث نبویؐ میں وضو کرنے والوں کو "غراً محجلین" قرار دیا گیا ہے۔ تطہیر بغیر ارادہ کے بھی متحقق ہو سکتا ہے جبکہ توضی میں ارادہ ضروری ہے۔

شارع علیہ السلام نے بجائے اذا توضأ الانسان او الرجل یا اذا توضأت امرأۃ" "اذا توضأ العبد المسلم" سے تعبیر فرمائی۔ شارع علیہ

السلام جو افصح العرب والعجم ہیں۔ ان کی ہر تعبیر اور ہر لفظ میں سیکڑوں علوم اور ہزارہا فوائد ہوتے ہیں۔ مثلاً ہم حدیث زیر بحث کے لفظ "توضا العبد" پر غور کرتے ہیں۔ تو یہاں متوضی کی تعبیر عبد سے کی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بحیثیت انسانیت و رجلیت کے ایک کام کرنے کا حکم علیحدہ ہوتا ہے اور بحیثیت عبدیت و مسلمیت کے یہ کام کرنے کا حکم علیحدہ ہوتا ہے۔ عبدیت وصف کامل ہے اور عبدیت انسانیت کے تمام درجات میں بلند ہے عبدیت کمال تذلل کا نام ہے۔

(۳) سائنسی ایجادات اور فہم حقائق

"اعراض" کے لیے بھی بقا ثابت ہے اور موجودہ سائنس نے بھی اس کو تسلیم کر لیا ہے۔ مثلاً آج کے اس سائنسی دور میں بہت سے اعراض ایسے ہیں جس کو لوگ پہلے غیر قار الذات سمجھتے تھے۔ آج ان کو قار الذات مانا جاتا ہے مثلاً ریڈیو ٹیپ ریکارڈ اور ٹی وی کے ذریعے انسانی آواز اور حرکات تک محفوظ کی جارہی ہیں۔ حتیٰ کہ زمانہ ماقبل کے لوگوں افلاطون اور ارسطو کی آواز تک کو ریکارڈ میں لانے کی کوشش آج کل جاری ہے۔

اسی طرح حرکات اور برودت کے درجات آسانی سے معلوم کر لیئے جاتے ہیں۔ یہ سب اعراض ہیں۔ جن کو آسانی سے تولا اور ناپا جارہا ہے سائنس کی اس ترقی نے "وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ" کی پیش گوئی اور قرآنی حقیقت کو سمجھنے میں آسانی پیدا کر دی ہے یہ تو انسانی سائنس کا کرشمہ ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے گناہ اس کے وجود کے اعضا اور جوارح کے ریکارڈ میں محفوظ کئے جارہے ہیں۔ تو اسے امر بعید تصور کرنا ایک سچائی اور حقیقت کا انکار ہے۔

بہرحال جس طرح مذکورہ اعراض کا محفوظ کرنا اور تولنا ایک حقیقت ہے اسی طرح انسانی اعضا سے کبھی اصل خطایا (وضو کے ذریعے) کا خروج ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔"

مذکورہ مختصر اقتباسات کو نمونہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث کو علوم نبوت میں کتنی بے پناہ مہارت اور وسعت نظر حاصل تھی۔ اور یہ کہ جدید معلومات پر بھی ان کو کماحقہٗ عبور حاصل تھا۔ طہارت اور وضو سے متعلق مختصر حدیث پر حضرت ممدوح کی تشریحات "الحق" کے اٹھارہ صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔ اسی طرح ساری حقائق السنن ان کے تبحر علمی کی منہ بولتی تصویر ہے۔

آپ عمر بھر کے لیے اتنا کام چھوڑ گئے ہیں کہ جب تک ستارے جگمگاتے رہیں گے۔ آپ کا نام روشن رہے گا۔ ؎

وہ عمر بھر کے لیے اتنا کام چھوڑ گئے
بیاضِ دہر پہ بس اپنا نام چھوڑ گئے

مولانا عبدالقیوم حقانی اور حقائق السنن

حقائق السنن حضرت شیخ الحدیث کی ترمذی شریف کے افادات اور مسلسل درس و امالی کا مجموعہ ہے۔ جس کو فاضل گرامی حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی نے قلم بند کیا ہے اور موزوں ترتیب سے مزین کر کے جا بجا موقع و محل کی مناسبت سے موزوں عنوانات قائم کئے ہیں۔ مولانا حقانی حضرت ممدوح کے تلمیذ رشید ہیں اور ان سے کمال خلوص و محبت اور اخلاص و عقیدت رکھتے ہیں۔ حضرت قدس سرہٗ کی زبان مبارک سے جو کچھ نکلتا تھا وہ ان کے قلب مصفیٰ پر نقش ہو جاتا اور "از دل خیزد بر دل ریزد" والا معاملہ تھا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ حقائق السنن کے سلسلے میں مولانا حقانی نے جس محنت اور عرق ریزی سے کام لیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ ان کی کاوش یقیناً قابل قدر اور قابل داد ہے۔

اگر مولانا حقانی اپنی طرف سے حضرت اعلی اللہ مقامہ کی خدمت اقدس میں یہ شعر پیش کریں۔ تو یہ بالکل مطابق حال اور برمحل ہوگا۔ ؎

حاصل عمر نثار رہ یارے کردم
شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

اولادِ امجاد مولانا سمیع الحق اور مولانا انوار الحق

اولاد صالح اور عالم باعمل ہو۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ بحمد للہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ الحدیث کو یہ نعمت بڑی فراوانی سے عطا فرمائی ہے ممدوح کے فرزندان نرینہ چار ہیں اور چاروں صفت علم سے آراستہ اور متدین ہیں موصوف کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا سمیع الحق تو اپنی علمی عملی اور قائدانہ صلاحیتوں کی بدولت ایک درخشندہ آفتاب ہیں جو دین ملت اور قوم و ملک کی عظیم القدر خدمات انجام دے رہے ہیں اور قائدین پاکستان کی صفِ اوّل میں شامل ہیں۔ آپ کا اساسی نصب العین پاکستان کے اندر اسلامی نظام کا نفاذ ہے۔ اور اس مقصد کے حصول کے لیے آپ نے سر دھڑ کی بازی لگا رکھی ہے آپ جمعیۃ العلما اسلام کے جنرل سیکرٹری، پاکستان اسلامی جمہوری اتحاد کے نائب صدر اور سینٹ کے ممبر اور دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم ہیں آپ دین کی خدمت کے ساتھ ساتھ اپنے انتخابی حلقے کے عوام کی فلاح و بہبود کے لیے بھی سر توڑ کوششیں کر رہے ہیں۔ اور ترقیاتی اور تعمیراتی کاموں میں مصروف ہیں۔

جناب مولانا انوار الحق درس نظامی کے سند یافتہ اور جامعہ اسلامیہ بہاولپور سے درجۂ تخصص کا امتحان پاس کر چکے ہیں۔ وہ دارالعلوم حقانیہ کے استاذ حدیث اور دارالعلوم کے نائب مہتمم ہیں جبکہ مولانا سمیع الحق دارالعلوم کے مہتمم ہیں۔

آخری یادگار ملاقات

حضرت شیخ الحدیث کی اہلیہ محترمہ کی وفات کے موقعہ پر راقم الحروف اپنے بیٹے اکرام اللہ شاہد کے ہمراہ تعزیت اور فاتحہ خوانی کے لیے حاضر ہوا تھا۔ فاتحہ قدیمی مسجد میں ہو رہی تھی مسجد میں فاتحہ خوانی کرنے کے بعد میں حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں جبکہ وہ گھر پر تشریف رکھتے تھے حاضر ہوا۔ حضرت چارپائی پر تشریف رکھتے تھے اور جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے اکابر علماء اور معززین

کھڑے تھے۔ بندہ جب ان کی چارپائی کے پاس پہنچ گیا۔ تو حضرت کے ایک عزیز نے ان سے میرا تعارف کرایا انہوں نے مصافحہ فرمایا اور گرم جوشی کا اظہار کر کے مجھے اپنے ساتھ چارپائی پر بٹھایا اور اپنی ساری توجہ اس ناچیز پر فرمائی۔ اور طویل گفتگو سے سرفراز فرمایا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ دور دراز سے آئے ہوئے اکابر علما کھڑے ہیں اور تکلیف میں ہیں۔ اس لیے ان سے رخصت چاہی۔ میرے جواب میں حضرت قطب الارشاد نے فرمایا۔ کہ میرے قریب ہو جاؤ۔ جب میں ارشاد کی تعمیل کر کے قریب ہو گیا۔ تو حضرت نے اپنے دونوں ہاتھوں سے مجھے اپنے سینہ مبارک کے متصل کیا اور میری پیشانی کو بوسہ دیا۔ میں نے فوراً حضرت کے دستِ مبارک کو چومنے کی سعادت حاصل کی۔ یہ راز و نیاز کی گفتگو تھی جس نے ہم دونوں کو بے حد مسرور کیا۔ ایسا ایک واقعہ حضرت امام مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ایک عقیدت مند کے درمیان بھی ہوا تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ

" قیام لاہور کے دوران ایک روز مولانا جمال تلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجدد رح سے سوال کیا کہ آپ جامع علوم ظاہری و باطنی ہیں مسئلہ وحدت الوجود جو ظاہر شرع سے چنداں موافقت نہیں رکھتا۔ اور دربہت سے اولیاء کامل کا مشرب ہے۔ اس کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ اس پر آپ نے مولانا کے کان میں چند جملے کہے۔ جن کو سن کر مولانا کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور اربابِ حال کی طرح ان کے چہرے پر تغیر پیدا ہو گیا مولانا آپ کے زانو پر ہاتھ لگا کر اسی حالت میں بانکسار تمام رخصت ہوئے۔ اور کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ آپ نے کیا ارشاد فرمایا اور مولانا نے کیا سنا ؎

ندانم چہ گفتی چہ انگیختی
کہ گفتی واز دیدہ خوں ریختی

اور سنئے میں نے دست بوسی کے بعد حضرت ممدوح سے فرزندم اکرام اللہ شاہد کا تعارف کرایا۔ اس پر حضرت نے کمال شفقت کے ساتھ اس کی طرف توجہ کی، اور فرمایا کہ میں تجھے ایک بہترین تحفہ دے رہا ہوں اور اس کے بعد اس کو ایک وظیفہ کی اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا کہ یہ ایک بڑا تحفہ ہے جو میں تمہیں دے رہا ہوں۔ اس کے بعد اس کو ایک وظیفہ کی اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا کہ یہ ایک بڑا تحفہ ہے جو میں تمہیں دے رہا ہوں۔ اس کی پابندی کرنا۔ انشاء اللہ یہ بہت مفید ثابت ہوگا۔

یہ راقم الحروف کی حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے آخری ملاقات تھی جو ہمیشہ یادگار رہے گی۔ اور اس کے اثرات و ثمرات بھی دیر پا رہیں گے ؎

ترچھی نظر سے دیکھتے ہیں دیکھتے تو ہیں
ہم خوش ہیں کہ ہیں ہم بھی کسی کی نگاہ میں

خواب میں دیکھنا

حضرت کی وفات کے بعد میں نے انہیں خواب میں دیکھا۔ اکوڑہ خٹک سے بہت دور ایک خوش منظر مقام ہے۔ حضرت قدس سرہٗ اور بندہ ساتھ ساتھ جا رہے ہیں۔ ایک تیسرا مردِ صالح بھی ہمارے ساتھ شریک ہے۔ اس فضا میں مغرب کی جانب میں نے ایک مسجد کو دیکھا۔ اور میں نے دل میں کہا کہ اس مسجد کو حضرت نے تعمیر کرایا ہے۔ چلتے چلتے ایک مقام پر پہنچ گئے۔ وہاں ہم ایک چار دیواری کا داخل ہو گئے۔ اور کھڑے ہو گئے حضرت شیخ الحدیث نے میرے سامنے اپنے پستان کو دو انگلیوں سے پکڑ لیا۔ تو اس میں سے دودھ جاری ہو گیا۔ میں متعجب ہوا۔ اور پھر مجھے خیال آیا۔ کہ میں اپنے پستان کو دو انگلیوں سے پکڑتا ہوں۔ اور دیکھتا ہوں کہ اس سے بھی دودھ جاری ہوتا ہے یا نہیں؟ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ لیکن خواب کے اثرات سے دل بہت خوش تھا۔

حضرت کے جنازہ میں اہل اللہ کی بکثرت شرکت

حضرت کی نماز جنازہ میں عوام و خواص بہت بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔ شرکاء میں علماء ربانی، مشائخ طریقت اور اہل اللہ حضرات بھی نہایت کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ اور یہ ایک بڑا شرف ہے جو بڑے خوش نصیب اور سعید لوگوں کو نصیب ہوتا ہے

جنازگاہ میں شہد کی مکھیوں کا ظہور

جب جنازہ گاہ میں حضرت کی چارپائی رکھ دی گئی تو فضا میں شہد کی مکھیوں کا ظہور ہوا۔ جو لوگوں کے سروں کے اوپر اڑ رہی تھیں۔ یہ منظر آخر تک دیکھنے میں آتا رہا۔ لیکن ان مکھیوں نے کسی کو کوئی گزند نہیں پہنچایا۔

نماز جنازہ ادا کرنے سے پہلے مولانا سمیع الحق کی دستار بندی

نماز جنازہ ادا کرنے سے پہلے اہل خاندان اور خواص و عوام کی متفقہ خواہش پر حضرت شیخ الحدیث اعلی اللہ مقامہٗ کے بڑے اور لائق و فائق صاحبزادے حضرت مولانا سمیع الحق کی دستار بندی عمل میں لائی گئی۔ جس میں ممتاز اور اکابر علمائے دین نے حصہ لیا۔ اس کے بعد انہوں نے ہی حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازہ گاہ میں اکابر علماء دین نے حضرت ممدوح کے مکارم و فضائل پر مؤثر تقاریر فرمائیں اور اپنے وعظ و نصیحت اور دعوت و ارشاد سے حاضرین کو مستفید فرماتے رہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ سیدنا و مولٰنا محمد والہٖ و اصحابہٖ و اتباعہٖ اجمعین۔ آمین